دین اور اس کے مطالبات اور اس کے مہمات کو عملاً معطل کر دیا ہے۔ اس نے امامت کے لیے معصومیت کی ایسی شرط لگائی جس کا متحقق ہونا اور دائماً و مستقلاً متحقق ہوتے رہنا غیر ممکن تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرونِ ماضیہ میں بھی جبکہ شیعوں کے عقیدہ کے مطابق ائمۂ معصومین ظاہر ہوتے رہے، ہر امام کی وفات کے بعد اختلاف واقع ہوا کہ اس کی جگہ کونسا امام معصوم ہے اور اسی مسئلہ پر ہر امام کے بعد کئی کئی فرقے بنتے رہے اور بعد میں جب "آخری امام معصوم" غائب ہوئے تو کئی صدیوں سے عملاً دین کے تمام مہمات بلکہ وہ سارے کام جو دین کی اصلی روح ہیں، آج تک معطل چلے آ رہے ہیں، کیونکہ یہ سب کام امام معصوم پر منحصر ہیں اور امام معصوم غائب ہے۔ اگر اس پر شیعہ حضرات متنبہ نہیں ہوتے اور شیطانی دھوکے میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ صبر کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔

سوال:۔ اگر کوئی شیعہ دستورِ جماعت اسلامی کے پورے مطالبات کو قولاً اور عملاً تسلیم کرے تو کیا وہ شیعہ رہتے ہوئے جماعت اسلامی کا رکن بن سکتا ہے۔؟

جواب:۔ دستورِ جماعتِ اسلامی کے پورے مطالبات کو تسلیم کر لینے اور ان پر عمل پیرا ہو جانے کے بعد کوئی شخص شیعہ رہ ہی کہاں سکتا ہے۔ وہ تو پھر ویسا ہی خالص مسلمان ہوگا جیسے اس دستور کو تسلیم کرنے والے دوسرے ارکین ہیں۔ اور یہ کچھ شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ جو شخص بھی اس عقیدے کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر قبول کرے جس کی تشریح ہمارے دستور میں کی گئی ہے اس کے اوپر سے تمام فرقی لیبل آپ سے آپ اتر جاتے ہیں اور وہ نرا مسلمان رہ جاتا ہے۔

ہندو دوست کا خط اور جواب

ہماری تحریک سے دلچسپی لینے والے ایک ہندو کرمفرما کے ایک دو گرامی نامے مع جواب ترجمان القرآن کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل وہ بعض اہم مسائل پر امیر جماعت سے گفتگو کرنے کے لیے مرکز میں تشریف لائے تھے۔ یہاں سے واپس ہونے کے بعد موصوف نے جماعتی لٹریچر کا مزید مطالعہ کیا ہے اور اسی مطالعہ کے تاثرات کے تحت ایک مفصل اور دلچسپ خط مرکز کو بھیجا ہے۔ جسے ذیل میں مع جواب درج کیا جا رہا ہے:۔

دیر کے بعد خط لکھ رہا ہوں۔ اس طویل غیر حاضری کی وجہ صرف یہ خیال تھا کہ آپ کی جملہ تصنیفات کو مطالعہ کرنے کے بعد اپنے خیالات کو آپ کی خدمت میں وضاحت سے پیش کر سکوں گا۔ سو اب آپ کی کلیات کا ایک مرتبہ سرسری مطالعہ کر چکا ہوں۔ فی الحقیقت اپنے مشن کے لیے جہاں تک اخلاص کا تعلق ہے، میں نے آپ کو شری .... کے بعد دوسرا اور آخری رہنما پایا ہے۔ "آخری" کا لفظ میں جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ شری .... جی جنہیں میں موجودہ دور میں ہندوؤں کی عظیم ترین شخصیت سمجھتا ہوں، کی ذات بابرکات کے لیے اپنے دل میں انتہائی عقیدت رکھنے کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ان کے مشن کی تکمیل ہندو قوم پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ ہندو قومیت میں کونسے عناصر شامل ہیں یا ہندو پن کیا ہے؟ — اس کی تسلی بخش تفسیر آج تک نہیں ہو سکی۔ گوشت خور بھی ہندو، اور گوشت کا تارک بھی ہندو، وید مقدس کو ماننے والا بھی ہندو اور ویدوں کا منکر بھی ہندو، گئو کا پجاری بھی ہندو اور گائے کے چمڑے کے جوتے

بنانے والا اور گانے کے بڑے کے ساز و سامان سے گھر کو زینت دینے والا بھی ہندو، بتوں کا پجاری بھی ہندو اور بتوں کا کھنڈن کرنے والا بھی ہندو، آستک بھی ہندو اور ناستک بھی ہندو، کروڑوں دیویوں دیوتاؤں کا ماننے والا بھی ہندو اور توحید کا قائل بھی ہندو ـــــ جو قطعی ایک دوسرے کی ضد ہیں! بھائی پرمانند جی نے اسی لیے ہندو کی ایک دو حرفی تعریف کی ہے کہ "جو اپنے آپ کو ہندو سمجھتا ہے وہ ہندو ہے"۔ ویر ساورکر نے پریکٹیکل طور پر یہ تشریح کی ہے کہ "جو اس دیش کو ماتری بھومی اور پنیہ بھومی سمجھتا ہے وہ ہندو ہے"۔ کچھ قوم پرست مسلمان اس ملک کو ماتری بھومی تو ماننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں مگر پنیہ بھومی نہیں۔ تو اس طرح مسلمانوں کا سوال جوں کا توں رہا۔ اور ہندوستان میں یہی ایک مسئلہ ہے جس کے حل کرنے پر ملک کے بہترین دماغ لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے جو حل اس کا تجویز کیا ہے وہ فی الواقع نہ صرف مسلمان، نہ صرف ہندو، نہ صرف ہندوستان، بلکہ تمام ہی نوع انسان کے لیے یکسانیت رکھتا ہے۔ چند ایک بنیادی اصول ہیں جن کے ماننے والے ایک طرف، نہ ماننے والے دوسری طرف۔ ایک دو ٹوک (Clear cut) واضح پالیسی ہے۔ (اسی لیے میں نے آپ کے لیے "آخری" کا لفظ اوپر استعمال کیا ہے)

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی کلیات کا ایک نظر سے مطالعہ کر لیا ہے۔ آپ نے جو خطبات تعلیمی درسگاہوں میں پڑھے ہیں اور موجودہ یونیورسٹیوں کو قتل گاہوں (Slaughter Houses) سے مناسبت دے کر حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس تلخ صداقت کو بے نقاب کر کے آپ نے جس اخلاقی جرأت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے، اس کی جس قدر تعریف کی جائے، کم ہے۔ میں آپ کے ان خطبات کا جب ان کانووکیشن ایڈریسز سے موازنہ کرتا ہوں جو ملک کے چیدہ چیدہ نامور ہستیوں نے، جن کے نام کے ساتھ بڑے بڑے سائن بورڈ چسپاں دئیے ہیں، تو یقین فرمائیے، میری طبیعت متلانے لگتی ہے۔

ایک طرف آپ کا قرآن کریم سے روشنی لے کر انسان کی فلاح کی خاطر اسلام کو روشناس کرانے کے لیے دعوت عام دینا اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں سلامتی کا راستہ، دین حق، اسلام کا سیاسی نظریہ، اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر وغیرہ لٹریچر کی اشاعت سے ذہنی انقلاب پیدا کرنا میرے سامنے ہے اور دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ میری قوم کے لیڈر راستی سے بھٹک کر ادنیٰ مقاصد (Minor Issues) پر اپنی اور ساری قوم کی قوت ضائع کر رہے ہیں۔ ایک طرف آپ کا خطبات جمعہ تحریر کر کے ایک ایک مسجد میں اپنے نصب العین کو عوام تک پہنچانے کی سبیل پیدا کرنا ہے اور دوسری طرف ہندوؤں کے گوسوامی گنیش دت اور پنڈت مدن موہن مالوی بنارس ہندو یونیورسٹی میں مندر کی تعمیر کے لیے لاکھوں روپیہ اکٹھا کرنے کی فکر میں گھلے جا رہے ہیں۔ آریہ سماج کے بارے میں تو میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر آج رشی دیانند کا ظہور ہو تو وہ سب سے پہلے آریہ سماج کا سدھار کریں۔ کانگریس کے ہندو رہنماؤں کے بارے میں ایک مرتبہ لاہور کے عام جلسہ میں چوہدری خلیق الزماں سابق صدر یو۔ پی مسلم لیگ نے فرمایا تھا کہ ہندوؤں کے بڑے سے بڑے سیاسی لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو سے زیادہ سیاست میرا کوچوان جانتا ہے۔ ٹھیک یہی بات بھائی پرمانند جی فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی بدقسمتی سے شروع سے ہی کانگریس ایسے ہندو لیڈروں کے ہاتھوں میں سیاست کی باگ ڈور رہی ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے سیاست کے میدان میں طفل مکتب ہیں۔ جب میں ان حالات پر غور کرتا ہوں تو شاعر کے یہ الفاظ ایک آہ سرد بن کر بے ساختہ زبان سے نکل جاتے ہیں:۔

"یاسیت کی گردن میں لپٹا ہوا
راستہ تاریک، ویراں اور اداس
زندگی بے کیف و رنگ و نور ہے! کارواں منزل سے کوسوں دور ہے!"

جہاں تک میری ذاتی رائے کا تعلق ہے، میں بلا مبالغہ عرض کروں گا کہ آپ کے پروگرام نے ملک کی دیگر تمام تحریکوں پر سایہ (Shade) ڈال لیا ہے۔ آپ کا سارا لٹریچر دیکھ جانے کے بعد مجھے بجز ایک کے اور کوئی بھی مسئلہ ایسا نظر نہیں آیا جس میں دیانت داری کے ساتھ آپ سے اختلاف کر سکوں۔ مانتا ہوں کہ آپ کا پروگرام ہر پہلو سے مکمل (ComPlete) اور خود کفایت (Self Sufficient) ہے۔ صرف دو باتیں جو مجھے کھٹکتی ہیں، جناب کی خدمت میں عریضہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

آپ کی تصنیف الجہاد فی الاسلام کے مطالعہ کے بعد میرا یقین تھا کہ سنسکرت زبان پر آپ کا عبور ایک لازمی چیز ہے۔ مگر اس شام سیر کے وقت دوران گفتگو میں آپ کا یہ فرمانا کہ آپ نے سب کچھ ویدوں کے بارے میں انگریزی کتابوں سے لیا ہے۔ سچ سچ مجھے یہ جملہ سن کر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی شخص برقی رو کے چھو جانے سے جھٹکا سا محسوس کرتا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا تھا کہ ایچ، جی، ویلز کا اسلام کے بارے میں براہ راست کیا علم ہے جو انھوں نے اسلام اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاکیزہ زندگی پر بے معنی نکتہ چینی کر کے رکھ دی، بعینہٖ آپ کا سنسکرت زبان سے براہ راست تعلق نہ ہونے کی وجہ سے وید بھگوان کے بارہ میں آپ کے احساسات مستند نہیں کیے جا سکتے۔ آپ تسلیم کریں گے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں آزادانہ ترجمہ کرنے پر بھی اصل منشا پورا نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اسے پھر تیسری زبان میں پیش کیا جائے۔ رشی دیانند نے تو مہی دھر اور ساین آچاریہ کے وید بھاشیہ کو ہی لغو ٹھیرا دیا ہے، پھر کہاں آپ "میکس مُلر" اور دیگر یورپین اصحاب کے ترجمے سے رائے قائم کرتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ان نیک اور بلند خواہشات کا جو آپ ہندوؤں کے دل و دماغ سے تعصب دور کر کے انھیں اسلام سے صحیح طور پر روشناس کرانے کے لیے اپنے دل میں رکھتے ہیں، احترام کرتے ہوئے میں مودبانہ یہ گزارش کروں گا کہ آپ آئندہ اپنی ان کتابوں پر نظر ثانی فرماتے وقت، جن میں خاص طور پر ہندو لٹریچر کے حوالے (Refere ncts) پائے جاتے ہیں، کسی ایسے شخص کی امداد حاصل کریں جو ہندو ابھیاس اور ہندو لٹریچر پر براہ راست عبور رکھتا ہو۔ (مجھے ذاتی طور پر ایسے ایک دو اصحاب سے قربت کا فخر حاصل ہے) امید ہے آپ کی ذات مبارک پر میرا منشا واضح ہو گیا ہو گا۔

آپ نے رسالہ "اسلام اور جاہلیت" کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ "تاریخ شاہد ہے کہ جیسے افراد اس نظریے پر تیار کیے گئے تھے، ان سے بہتر افراد کبھی روئے زمین پر پائے گئے، نہ اس اسٹیٹ سے بڑھ کر کوئی اسٹیٹ انسان کے لیے رحمت ثابت ہوا۔" اگر صاف گوئی پر معاف فرمایا جائے تو میں نہایت ادب و انکسار سے گذارش کروں گا کہ آپ نے یہاں طرف داری سے کام لیا ہے، یہاں تعصب کی جھلک نظر آتی ہے۔ میں صرف ایک بھگوان کرشن کی شخصیت پیش کروں گا جن کی دو حرفی تقریر نے کر

"فعل سے وابستگی واجب نہیں تیرے لیے فرض کی تکمیل کر، خواہش صلہ کی چھوڑ دے"

ویراجن جیسے مجاہد پر ایک ہیبت کا عالم طاری کر دیا۔ اور اس کے بازو میں برقی طاقت پیدا کر دی۔ اور اس تاریخی واقعہ کی یادگار میں گیتا جیسی ممتاز کتاب ظہور میں آئی۔ بڑے بڑے مخالف بھی کرشن بھگوان کی زندگی میں کوئی اخلاقی رخنہ نہ پیش کر سکے۔ "بھگوان" کا لفظ میں نے صفتی معنوں میں لیا ہے، اوتار کے معنوں میں نہیں۔ آپ نے ایسی شخصیتوں کو نظر انداز کر کے اسلام سے پہلے کی تاریخ کے معاملہ میں تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میری آنکھیں ترستی رہیں کہ آپ کسی جگہ کسی ہندو کیرکٹر کا نمونہ پیش کریں، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

آپ نے ترجمان القرآن میں میرے خطوط اور اپنے جوابات شائع فرما کر اسلامی پریس کے لیے دلچسپی کا سامان مہیا کر دیا۔ دہلی کا ایک روزنامہ "حکومتِ الٰہیہ اور پاکستان" کے عنوان سے ان خطوط کا حوالہ دے کر آپ پر خوب برسا ہے۔ عجیب منطق ہے کہ دیدہ دانستہ عین اسلامی تعلیم کو جھٹلایا جا رہا ہے!!

مرحوم مولانا محمد علی صاحب نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "جہاں تک مسلمانوں کے ایمان کا تعلق ہے، میں ایک فاسق و فاجر مسلمان کو گاندھی جی سے بہتر سمجھتا ہوں"۔ لیکن آپ نے اصل اسلام پیش کر کے اور مسلمانوں کی ایمانی قوت کو الم نشرح کر کے نہ صرف مسلمانوں کی، بلکہ تمام انسانیت کی زبردست خدمت انجام دی ہے۔ آپ کے اسلامی لٹریچر کے طفیل وہ محسوس کر رہے ہیں کہ انھیں کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا ہو گئے ہیں۔ مگر میری گذارش یہ ہے کہ جب آپ کی حکومتِ الٰہیہ ہر فرد و بشر کے لیے انسانیت کے ناطے سے یکساں جاذبیت رکھتی ہے اور آپ کا منشا بھی یہی ہے کہ بہ لحاظ مذہب و ملت اسے عوام تک پہنچایا جائے پھر آپ اپنی مساعی (Struggle) کو صرف مسلمانوں تک کیوں محدود رکھتے ہیں"۔

جواب: - آپ کا یہ اعتراض صحیح ہے کہ میں نے سنسکرت زبان اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے براہِ راست واقفیت کے بغیر محض یورپین ترجموں کے اعتماد پر اپنی کتاب میں ویدوں سے کیوں بحث کی، لیکن آپ نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ الجہاد فی الاسلام بالکل میرے ابتدائی عہد کی تصنیف ہے جب مذاہب کے معاملہ میں میرا رویہ پوری طرح پختہ نہیں ہوا تھا اور نہ وہ احتیاط طبیعت میں پیدا ہوئی تھی جو تحقیق کے لیے ضروری ہے۔ اب اگر میں اس کتاب کو دوبارہ لکھوں گا تو ہر اس چیز کی جس کی براہِ راست واقفیت کا موقع مجھے نہیں ملا ہے، از سرِ نو تحقیق کروں گا۔ آپ اگر اس تحقیق میں میری کچھ مدد کر سکتے ہیں تو میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں گا۔ کوئی ہندو عالم جو خود بھی محض حامیِ دین (Defender of the faith) نہ ہو، بلکہ خود محقق بھی ہو اور محققانہ انصاف بھی اپنے اندر رکھتا ہو، اگر میری کتاب کے اس حصے پر جو ہندوؤں سے متعلق ہے، تنقید کر کے مجھے بتائے کہ میں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے تو اس سے مجھے بہت مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ اگر آپ مجھے کوئی ایسی کتاب بتائیں جس میں ہندو مذہب کے مقصدِ جنگ اور قوانینِ جنگ کو بناوٹ کے بغیر، جیسے کہ بجائے خود وہ ہیں، پیش کیا گیا ہو تو مزید باعثِ شکر گذاری ہوگا۔ "بناوٹ کے بغیر" کی شرط میں اس لیے لگا رہا ہوں کہ آج کل عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایک مذہب پر جیسا کہ وہ بجائے خود ہے، ایمان نہیں رکھتے، مگر قومی عصبیت کی خاطر اس مذہب کو (اپنے مذہبی طرزِ عمل) کو "معقول" (بنانے کے لیے وہ اکثر خود اپنے نظریات کے مطابق ایک نیا مذہب گھڑتے ہیں اور پرانے مذہب کے نام سے اسے پیش کرتے ہیں۔ مجھے اس طریقہ سے سخت نفرت ہے خواہ اسے مسلمان برتیں یا ہندو یا کوئی اور۔ میرا خود بھی یہ طریقہ ہے اور میں پسند بھی صرف ایسے ہی لوگوں کو کرتا ہوں جو اصل مذہب کو

جیسا کہ فی الواقع وہ ہے۔ ویسا ہی رہنے دیں، اور ویسا ہی اسے پیش کریں، پھر اگر وہ ماننے کے لائق ہو تو اسے مانیں اور ماننے کے لائق نہ ہو تو اسے رد کر دیں۔

دوسری چیز جس کی آپ نے شکایت کی ہے، اس پر آپ کو بجائے مجھ سے شکایت کرنے کے خود ہندوؤں سے شکایت کرنی چاہیے تھی اور مجھے بھی اس معاملہ میں ان سے شکایت ہے۔ انھوں نے خود اپنے بزرگوں کی سیرتوں کو محفوظ نہ رکھا بلکہ ان کی حقیقی زندگیوں کو افسانوں سے خلط ملط کر دیا۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہودیوں کی طرح انھوں نے بھی اپنی اخلاقی کمزوریوں کو درست ثابت کرنے ( ) کے لیے بدترین اخلاقی کمزوریاں اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کر دیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے جن بڑے بڑے اشخاص کی طرف نگاہیں اس توقع سے اٹھتی ہیں کہ انھیں اخلاقی پاکیزگی اور عظمت انسانیت کے نمونے کی حیثیت سے لیا جا سکے گا، ان سب کے واقعات زندگی تاریخی حیثیت سے مشتبہ بھی ہیں اور افسانویت سے آلودہ بھی، اور جن ماخذ ( ) کی سند سے ان کے روشن پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں انھیں کی سند سے ایسے تاریک ترین پہلو بھی آتے ہیں جنھیں کسی بڑے انسان کی طرف منسوب کرنا تو درکنار کسی گھٹیا انسان کی طرف منسوب کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے، نہ کہ کسی قومی یا مذہبی تعصب کی وجہ سے، میں مجبور ہوں کہ تاریخ کے صرف ایک ہی دور کو کمال انسانیت کے نمونے کی حیثیت سے پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ تاریخی حیثیت سے نہایت معتبر بھی ہے۔ افسانویت کا اضافہ کرنے کی اگر اس میں کوشش کی بھی گئی ہے تو تاریخی تنقید کے ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے اس آلودگی کو پورے منصفانہ طریقے سے چھانٹ کر الگ کیا جا سکتا ہے، اور پھر وہاں کسی اخلاقی گندگی کا تو سرے سے نام و نشان ہی نہیں ملتا۔ یہ تو خدا کی دین ہے جس کے نصیب میں آجائے۔ اگر عرب نسل کے ایک مختصر گروہ کو یہ فضل نصیب ہو گیا تو اس پر کسی افسوس کی ضرورت نہیں اور نہ افسوس کرنے سے کچھ حاصل ہے۔ بلکہ اگر آپ ہندوستانی یا ہندو کے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے بجائے انسانی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو انسانیت کے لیے یہ چیز قابلِ فخر ہے۔ اس پر آپ کو بھی اسی طرح فخر کرنا چاہیے جس طرح ایک عرب فخر کر سکتا ہے، کیونکہ انسانیت کے نقطۂ نظر سے جو تاج کسی انسان یا کسی انسانی گروہ کو پہنایا گیا، وہ ہم سب انسانوں کے لیے تاجِ فخر ہی ہے، خواہ وہ کسی عرب انسان کے سر پر نظر آئے یا ہندوستانی انسان کے سر پر!!

النظر فی الحدیث کا ضرور مطالعہ کیجیے

اردو زبان میں اصول حدیث کے فن کی یہ نہایت ہی نادر الوجود اور بے نظیر کتاب ہے۔ اس میں قدما اور متاخرین محدثین محققین کی بے شمار عربی کتابوں سے ان تمام اصول روایت اور اصول درایت کو مولانا ابوسعید صاحب جھکاوی نے نہایت عمدہ ترتیب اور تفصیل سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے صحیح حدیثوں کی غیر صحیح میں آسانی کے ساتھ تمیز حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا بھی صاف انکشاف ہو جاتا ہے کہ علوم فلسفہ اور سائنس سے کون حدیثیں موافق اور کون مخالف ہیں۔ یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ مختلف فرقے اپنے مسائل کا کن کتب حدیث اور کس قسم کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔ قیمت ۲؍ علاوہ محصول ڈاک۔ پتہ:- انجمن حزب الاسلام، مقام و ڈاکخانہ مصطفیٰ آباد ضلع سارن۔